حالات وواقعات

خورشید احمد ندیم*

عراق اور فرقہ واریت کی آگ

عراق کی وحدت فرقہ واریت کی زد میں ہے۔ شیعہ سنی تنازعہ عراق کو شاید ایک ملک نہ رہنے دے۔ عراق تقسیم ہوا تو پھر مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بھی تبدیل ہو جائے گا۔ تاریخ یہ ہے کہ وہاں لگنے والی آگ ہمارے دامن کو ضرور چھوتی ہے۔ کیا اس بار بھی یہی ہوگا؟

القاعدہ کا قصہ بحیثیت تنظیم، تمام ہوا۔ تاہم ایک نظریے کے طور پر وہ زندہ ہے اور مقامی تنظیموں کی صورت میں ظہور کر رہا ہے۔ پاکستان میں تحریکِ طالبان کی شکل میں اور شام وعراق میں امارت اسلامیہ عراق وشام (ISIS) کے روپ میں۔ فرات کا کنارہ اب اس کے قبضے میں ہے۔ شام کے ایک علاقہ اور اب عراق کے دوسرے بڑے شہر موصل کے ساتھ تکریت پر اب ISIS کو قوتِ نافذہ حاصل ہو چکی۔ عراق کو اردن اور شام سے ملانے والی چار گزرگاہوں میں سے تین ان کے کنٹرول میں ہیں۔ امارت والوں کا کہنا ہے کہ برطانیہ اور فرانس نے ریت پر لکیریں کھینچتے ہوئے جو تقسیم کی تھی، اب ختم ہونے کو ہے اور اسلامی خلافت ایک بار پھر قائم ہو رہی ہے۔ موجودہ سرحدیں اب بے معنی ہو جائیں گی۔ عراق کی موجودہ شیعہ حکومت ان کا ایک ہدف ہے۔ وزیر اعظم مالکی شیعہ ہیں۔ اپنے طویل دورِ اقتدار میں وہ مسلکی تعصب سے بلند نہیں ہو سکے۔ سنی اقلیت ان سے نالاں رہی۔ امارتِ اسلامیہ کے موجودہ تمام تصورات، وہ القاعدہ کی صورت میں ہوں، طالبان کی شکل میں یا امارتِ اسلامیہ کے روپ میں، سب میں جو خیلات مشترک ہیں، ان میں ایک شیعہ دشمنی بھی ہے۔

مشرق وسطیٰ میں شیعہ سنی اختلاف تاریخ کے مختلف ادوار سے گزرتا ہوا اب ایک پیچیدہ صورت اختیار کر چکا۔ اس کا آغاز خلافت راشدہ کے عہد میں ہو گیا تھا۔ عرب مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ جب ایران تک وسیع ہوا تو اسے نظریے کے بجائے عرب ایران کشمکش کے تناظر میں دیکھا گیا۔ یہ گرہ آج تک کھل نہیں سکی۔ صفویوں کی آمد سے پہلے، ایران سنی اکثریتی ملک تھا۔ عراق میں بھی انیسویں صدی تک سنیوں کی اکثریت تھی۔ آج عراق میں سنی اقلیت میں ہیں۔ صدام حسین اقلیت کے نمائندہ تھے مگر اقتدار ان کے پاس تھا۔ بحرین میں شیعہ اکثریت میں ہیں لیکن اقتدار سنیوں کا ہے۔

* کالم نگار روزنامہ دنیا۔ khurshidnadim@hotmail.com

شیعہ سارے مشرقِ وسطیٰ میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ایران ان کی سیاسی قوت کا مرکز ہے۔ ۱۹۷۹ء میں جب انقلاب آیا تو ایران کا مسلکی تشخص نمایاں ہو گیا۔ اس نے مشرقِ وسطیٰ کے اہلِ تشیع میں بیداری کی ایک لہر پیدا کر دی۔ ولی رضا نصر نے اپنی کتاب 'اہلِ تشیع کا احیا (Shia Revival)' میں لکھا ہے کہ اس انقلاب سے پہلے مشرقِ وسطیٰ کے شیعہ مختلف قومی جماعتوں اور تحریکوں سے وابستہ تھے۔ انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے مسلکی تشخص کے ساتھ ظہور کیا۔ پھر جب انقلاب کے بانی آیت اللہ خمینی صاحب نے انتقالِ اقتدار کا تصور پیش کیا تو سنی بادشاہتیں بہت سے اندیشوں میں مبتلا ہو گئیں۔

یہ اندیشے آٹھ سالہ ایران عراق جنگ کی بنیاد بن گئے۔ اہلِ عرب نے اپنی تمام قوت صدام حسین کی پشت پر لا کھڑی کی۔ ایران کو تو شکست نہ ہو سکی لیکن صدام حسین کو سمجھنے میں عربوں سے غلطی ہو گئی۔ وہ کویت پر چڑھ دوڑے اور اب عربوں کے خائف ہونے کا وقت تھا۔ امریکا اور عالمی طاقتیں، معلوم ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے وسائل پر ایک مدت سے نظریں رکھے ہوئے ہیں۔ اسرائیل اسی لیے قائم ہوا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس صورتِ حال سے فائدہ نہ اٹھاتیں۔ کویت کی حمایت کو عنوان بنا کر انہوں نے اپنی فوجیں اتار دیں اور یوں بالفعل مشرقِ وسطیٰ پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا۔ ایران نے اس اقتدار کو چیلنج کرنا چاہا تو وہ عالمی قوتوں کا ہدف بنا۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے، امریکا نے اسی شیعہ سنی اختلاف کو استعمال کیا جو پہلے سے موجود تھا۔ تاریخ کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی ایک باگ اگر انسانی ہاتھ میں ہے تو دوسری قدرت کے۔ اسے ہم تاریخ کا جبر کہتے ہیں۔ یہ جبر اپنا کام کرتا رہا۔ امریکا نے جن مذہبی جذبات کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہا، ایک وقت آیا کہ وہ خود اس کے لیے چیلنج بن گئے۔ یہی حادثہ عربوں کے ساتھ ہوا۔ وہ جس سلفی اسلام کے نمائندہ تھے، اس کا ایک فرزند اسامہ بن لادن ان کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن گیا۔ عراق کی صورتِ حال نے ایران کو اب پھر امریکا کے قریب کر دیا۔

مفادات کے اس کھیل میں جو پیچیدہ صورتِ حال ابھری ہے، اس کا ایک نقشہ ٹائم میگزین نے اپنی حالیہ اشاعت میں کھینچا ہے۔ عراق میں امارتِ اسلامیہ کی پیش رفت نے امریکا اور ایران کو اتحادی بنا دیا ہے۔ دونوں وزیر اعظم مالکی کی پشت پر کھڑے ہیں۔ شیعہ اثرات کو محفوظ کرنے کی خواہش نے ایران کو شام کے بشار الاسد کی پشت پر لا کھڑا کیا ہے جو امارت اسلامیہ سمیت اپنے ان باغیوں سے چار سال سے لڑ رہے ہیں جنہیں سعودی عرب کی حمایت حاصل ہے۔ امریکا ایران کے اثرات کے محدود کرنے کے لیے عرب ریاستوں کے ساتھ کھڑا ہے لیکن اب اسے شکایت ہے کہ وہ سنی جنگوؤں کی مدد کر رہے ہیں جو امریکا کے لیے بھی خطرہ ہیں۔ امریکا، ایران، عراق اور کرد، امارتِ اسلامیہ کے خلاف یک زبان ہیں لیکن کرد خوش ہیں کہ امارت کی پیش رفت سے ان کی آزادی کا راستہ کھل رہا ہے۔ وہ عراق کی ایک بڑی آئل ریفائنری پر قابض ہیں اور ان کا راہنما مسعود برزانی اب کردستان کو ایک حقیقت سمجھتا ہے۔ کرد عراق کی آبادی کا بیس فی صد ہیں۔ وہ شام میں ہیں اور ترکی میں بھی۔ تاریخی اعتبار سے کرد اور ترکی لڑتے رہے ہیں لیکن اب ان کے مابین بھی بشار الاسد اور تیل کے معاملے میں ایک اتفاقِ رائے وجود میں آ چکا۔ اب ترکی نے کرد ریاست کی دبے